صوفی عبدالحمید سواتی کی شرح شمائل ترمذی (جلد اول) کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

☆ ڈاکٹر منیر احمد

☆☆ ڈاکٹر شبیر احمد جامعی

ABSTRACT

In the critical evaluation of Sharah Shumail Tarmazi vol. I. written by Sufi Abdul Hameed Swati, in the beginning I have described the brief introduction of the author. Then I presented the brief introduction of Sharah. After this there is written the characteristics of Sharah. For example, in the beginning of the book inserted the rules of the discussion, the vowel points are applied on Arabic context, wrote specific number of every chapter. Hadith (Saying) number, brief introduction of the narrators and described the summary of the chapter in the beginning of various chapters. In the book there are verses for the interest of the readers.

Commentator Swati, specially narrated verses of the Holy Quran the and Hadith in his Sharah. During Sharah also give much importance on the problems of the time(World). During mentioning the Fiqhi problems, Tried very hard to give much importance to Fiqah Hanfi. Rules of Hadith, grades of narrators conditions for the critics types of Hadith books, necessary terms, date of births, date of death, Four Imams and narrators are described which increased the value of the book.

تعارف مؤلف: احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دین حق کی اشاعت میں سے ہے۔جس پر یقیناً اجر عظیم کی بشارت ہے۔ تاریخ اسلام میں محبان حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد نے اس خدمت کو حرز جان سمجھ کر اپنا اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہر کسی نے اپنی سعی بسیط سے تدوین حدیث کا فریضہ انجام دیا،تو کسی نے تاریخ حدیث کا،جرح وتعدیل اور علم رواۃ پر ضخیم کتب تصنیف فرمائیں جو تاریخ اسلام کا عظیم سرمایہ ثابت ہوئیں۔کئی علماء حدیث نے شرح حدیث کی خدمت میں گراں قدر حصہ ڈالا اور بے شمار اساتذہ حدیث نے قرون اولیٰ سے آج تک تدریس حدیث کا عظیم فریضہ انجام دیا۔ان علماء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق خدمت حدیث کو اوڑھنا بچھونا بنا کر طویل زندگیاں اس کار خیر میں صرف کر دیں علماء کی اس جماعت میں سے صوفی عبدالحمید سواتی مرحوم بھی اس قافلہ حدیث سے تعلق

☆ اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ،اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

رکھتے تھے۔

نام ونسب: صاحب کتاب کا نام عبدالحمید خان اختر بن نور احمد خان بن گل احمد خان ہے۔ آپ کا تعلق یوسف زئی پٹھان قبیلے سے ہے۔

تاریخ ولادت: صوفی صاحب ۱۹۱۷ء بمطابق ۱۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: موصوف نے ابتدائی تعلیم مولانا حافظ غلام عیسیٰ سے حاصل کی اور عربی قاعدہ اپنے پھوپھی زاد سید فتح علی شاہ پڑھا۔ مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ میں دینی علوم پڑھنے کے بعد ۱۹۴۰ء میں دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۹۴۴ء میں دارالمبلغین لکھنو میں داخلہ لیا اور تفسیر، تقابل ادیان، فن مناظرہ اور افتاء میں سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء میں موصوف نے نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد دکن میں داخلہ لیا اور گریجوایشن کی۔

اساتذہ: چند معروف اساتذہ میں مولانا محمد اسحاق لاہوری، مولانا عبدالقدیر کیمبلپوری، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبدالشکور لکھنویؒ شامل ہیں۔

تالیفات: البیان الازہر ترجمہ الفقہ الاکبر، عقیدہ طحاویہ کا اردو ترجمہ، تفسیر معالم الفرقان، دروس الحدیث اور ترجمہ وشرح شمائل ترمذی۔ وفات:۔ موصوف طویل علالت کے بعد ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔(۱)

شرح کا مختصر تعارف: زیر نظر کتاب "شمائل ترمذی مع اردو ترجمہ وشرح" مولانا موصوف کے دروس کو ہی ترتیب دے کر جمع کی گئی ہے جس کے مرتب کرنے والے الحاج لعل دین نے کیسٹوں سے دروس کو سن کر مرتب کیا جو کہ ایک مشکل کام ہے مگر احسن انداز سے کیا گیا ہے۔ دوران تدریس حوالہ جات بیان نہیں کیے گئے کتابی صورت میں ان حوالہ جات کی ضرورت کے پیش نظر حاجی محمد فیاض خان سواتی صاحب نے حوالہ جات کا اہتمام کیا ہے۔

شمائل ترمذی کا ترجمہ اور شرح کا یہ کام دو جلدوں میں مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ کے تحت طبع شدہ ہے۔ اس وقت جلد اول زیر تبصرہ ہے۔ خوبصورت مضبوط جلد جس پر سنہری رنگ میں دلکش انداز تحریر سے ٹائٹل ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کے کل صفحات ۵۰۶ ہیں۔

اندرونی ٹائٹل کو صفحہ ۱ شمار کیا گیا ہے صفحہ ۳ سے ۱۲ تک فہرست مضامین دی گئی ہے۔ صفحہ ۱۳ تا ۱۸ مقدمۃ الکتاب ہے جسے مولانا محمد فیاض خان سواتی نے تحریر کیا ہے مقدمہ میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر تعارف، شمائل کا دائرہ، شمائل ترمذی کی عربی اردو شروحات کا ذکر کیا گیا ہے اور شرح ہذا کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ صفحہ ۱۹ سے ۳۰ تک صوفی عبدالحمید سواتیؒ کا مضمون اصول حدیث شامل کیا گیا ہے، صفحہ ۳۱ سے ۳۵ تک علم حدیث کی چند مشہور کتب وشروحات بیان کی گئی ہیں جن میں ۹۳ کتب کے

نام دیئے گئے ہیں۔ کسی کتاب کے ساتھ ناشر کا نام اور سن طباعت نہیں دیا گیا۔ صفحہ ۳۷ سے شمائل ترمذی کے درس کا آغاز ہوتا ہے پہلے درس میں صفحہ ۴۷ تک کتاب کا تعارف، شمائل کا تعارف، آغاز خطبہ، افتتاحیہ کتاب شمائل ترمذی، تعارف امام ترمذی اور اپنے شیخ مولانا اعزاز علی کا تعارف پیش کیا گیا ہے صفحہ ۴۸ سے باب (۱) ماجاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم سے اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے اور باب ۲۵ ماجاء فی صفة خبز رسول الله صلی الله علیه وسلم پر جلد اول کا اختتام ہوتا ہے۔

خصوصیات:۔ اس مقالہ میں زیر نظر کتاب شمائل ترمذی مع اردو ترجمہ وشرح کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور شرح کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سب سے پہلے محشی کتاب کی طرف سے بیان کردہ خصوصیات پیش کی جائیں گی۔ پھر ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

محشی محمد فیاض خان سواتی کی طرف سے بیان کردہ خصوصیات:

۱۔ کتاب کے آغاز میں اصول حدیث کی ابحاث درج کی گئی ہیں۔

۲۔ شمائل ترمذی کا پورا متن اور اس کی عبارت پر اعراب لگا دیئے ہیں۔

۳۔ ہر درس اور باب کا اوپر علیحدہ درس اور باب نمبر لکھا گیا ہے۔

۴۔ احادیث کا لفظی ترجمہ علیحدہ درج کیا گیا ہے اور تشریح کا عنوان علیحدہ ہے۔

۵۔ ہر حدیث پر شمائل ترمذی کی ترتیب سے حدیث کا نمبر بھی درج کیا گیا ہے۔

۶۔ احادیث کے راویوں کا اجمالی مگر مفید تعارف درج کیا گیا ہے۔

۷۔ تمام ابحاث میں غیر ضروری طوالت سے حتی الامکان اجتناب کیا گیا ہے۔

۸۔ احادیث میں مذکور اکثر حوالہ جات، احادیث یا دیگر کتب کا اصل کتب کے ساتھ بقیہ صفحہ درج کر دیا گیا ہے۔

۹۔ بعض مقامات میں فقہی مسالک بھی ذکر کیے گئے ہیں اور مسلک احناف کو دلائل کے ساتھ ترجیح بھی دی گئی ہے۔

۱۰۔ قارئین کرام کی سہولت کے لیے شرح کے دوران بعض اہم عنوانات کی سرخیاں قائم کی گئی ہیں۔

۱۱۔ احادیث میں اگر کسی واقعہ، غزوہ یا قصہ کی طرف اشارہ ہے تو اسے بھی مختصراً واضح کیا گیا ہے۔

۱۲۔ اکثر ابواب کے آغاز میں پورے باب کا خلاصہ مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۳۔ احادیث سے مستنبط ہونے والے مسائل واحکام کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۴۔ احادیث میں تعارض کے مقامات میں بہترین توجیہات سے اس کا عمدہ حل اس شرح کا طرۂ امتیاز ہے (۲)۔

مشکل الفاظ کے معانی ومطالب:

صوفی عبدالحمیدؒ نے کئی مقامات پر مشکل الفاظ کے معانی اور مطالب بھی بیان کیے ہیں جس سے حدیث کو سمجھنے میں نہ صرف طلبہ بلکہ عام قارئین کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

مثلاً صوفی صاحب شمائل کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ: شمائل جمع ہے شمال کی اور یہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے اگر شمال بالفتح (شَمال) ہوتو اس کا معنی شمال کی طرف سے آنے والی ہوا ہوتا ہے۔ اور اس میں چھ لغات استعمال ہوتیہیں۔شِمال، شَمال، شَمِل، شَوِل، شَمَل، شَمُل اور اگر شمال بالکسرہ (شِمال) ہوتو اس کا معنی بائیں طرف ہوتا ہے۔شمال کا دوسرا معنی طبیعت خصلت اور عادت ہوتا ہے۔(۳) موصوفؒ نے لفظ شیخ کی وضاحت یوں کی ہے۔لفظ الشیخ ہے جو عام طور پر پچاس سالہ یا اس سے زیادہ عمر کے بوڑھے آدمی کے لیے بولا جاتا ہے مگر علمی اصطلاح میں شیخ سے مراد وہ آدمی ہوتا ہے۔ جو کسی فن میں کامل ہو۔(۴) طویل البائن کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔طویل کا معنی لمبا ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ بائن کی صفت شامل ہے بان، یبون، بوناً کا معنی دور ہونا، جدا ہونا یا بعید ہونا ہوتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ نمایاں لمبے قد والے نہیں تھے۔ اس میں مطلق لمبائی کی نفی نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ لمبے تو ضرور تھے مگر زیادہ لمبے نہیں تھے۔(۵) لفظ برکت کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے۔برکۃ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور اسی لحاظ سے اونٹوں کی بیٹھی ہوئی جماعت کو بارکۃ کہتے ہیں اسی طرح برکۃ حوض کو کہتے ہیں اور بَرکۃ سے مراد برکت ہے۔ برکت کا لفظی معنی زیادتی اور نشو ونما ہوتا ہے۔مگر مطلقاً زیادتی نہیں بلکہ ایسی زیادتی جس میں تقدس کا مفہوم پایا جائے۔(۶) لفظ مائدہ کی وضاحت یوں گئی ہے۔ دراصل مائدہ اس دسترخوان کو کہتے ہیں جس پر کھانا چنا ہوا ہو اور اگر دسترخوان پر کھانا نہ رکھا گیا ہو تو اس کو خوان کہتے ہیں۔(۷) لفظ ممشق کا معنی اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ممشق یعنی گیرو رنگ سے رنگے ہوئے تھے جو کہ سرخی مائل رنگ ہوتا ہے۔(۸) مختلف مقامات پر مشکل الفاظ کو تفصیل کے ساتھ وضاحت نے شرح کو طلبہ کے لیے مفید مطلب بنا دیا ہے۔

شرح میں اشعار کا استعمال:

ادبی ذوق رکھنے والے اپنی تحریروں یا تقریروں میں اشعار کا استعمال بھی کرتے ہیں مولانا نے اپنی کتاب میں بھی کئی مقامات پر اردو اور عربی اشعار بھی بیان کئے ہیں۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔مقدمہ میں مولانا قاسم نانوتوی کا یہ شعر درج ہے۔

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار(۹)

مقدمہ میں کافی کے یہ اشعار درج ہیں:

نبی کے جو شمائل کا بیان ہے
محبوں کے لیے آرام جاں ہے
زبان ہند میں اس کو سناؤں
رلاؤں عاشقوں کو اور ہنساؤں (۱۰)

سبعہ معلقہ کا یہ شعر درج ہے

واذا صحوت فلا اقصر عن ندی
وکما علمت شمائلی و تکرمی (۱۱)

اسی صفحہ پر ابن فارض کا یہ شعر بھی بیان کیا گیا ہے:

تبارک اللہ ما احلی شمائلہ
فکم اماتت واحیت فیہ من مھج (۱۲)

لفظ قصار کی وضاحت کرتے ہوئے یہ شعر درج کیا ہے:

قامتہ الفصعل الضئیل وکف
خنصراھا کذینقا قصار (۱۳)

بڑھاپے کے بارے میں یہ شعر درج کیا ہے:

والشیب شین لمن ارسی بساحتہ
للہ دراسواد اللمۃ الخالی (۱۴)

صفحہ ۱۵۵ پر سبعہ معلقہ کا یہ شعر درج ہے:

انا الرجل الضرب الذی تعرفونہ
خشاس کراس الحیۃ المتوقد

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا شعر درج ہے:

ابی الاسلام لا اب لی سواہ
اذا فتحروا بقیس او تمیم (۱۵)

نعل مبارک کے بیان میں حافظ عراقی کا یہ شعر نقل کیا گیا ہے:

ونعله الكريمة المصونة

طولى لمن مس بها جبينه (١٦)

موصوف نے سبعہ معلقہ الثانیہ سے بھی ایک مصرع درج کیا ہے:

مظاهر سمطى لؤلؤ و زبرجد (١٧)

صوفی عبدالحمید صاحب نے موقع کی مناسبت سے موزوں اشعار کا استعمال کیا ہے جو کہ ان کے ادبی ذوق کو ظاہر کرتا ہے۔

قرآنی آیات کا استعمال:

احادیث شمائل سے متعلق ہوں یا سیرت سے، عبادات سے ہوں یا معاملات سے ہر مدرس یا مصنف احادیث کی شرح پیش کرتے ہوئے قرآنی آیات سے دلائل و براہین پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس لیے کہ احادیث اصل قرآنی آیات کا تفسیری سرمایہ ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں بھی فاضل مدرس نے اپنے دروس میں قرآنی آیات مبارکہ بیان کی ہیں

مثلاً لفظ شمائل کی وضاحت کرتے ہوئے سورۃ الواقعہ کی یہ آیت بیان کی ہے

,,وَأَصۡحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصۡحَابُ الشِّمَالِ،،(١٨)

اور بائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں

مولانا نے لفظ خلق کی وضاحت کرتے ہوئے سورۃ الصّٰفّٰت کی یہ آیت بیان کی گئی ہے

,, وَاللَّهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُونَ ،، (١٩)

تم کو بھی اور جو کچھ تم بناتے ہو سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے

اسی صفحے پر سورۃ لقمان کی آیت بھی بیان کی گئی ہے:

,, هَذَا خَلۡقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ،،(٢٠)

یہ تو اللہ کی مخلوق ہے پس مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے علاوہ دوسروں نے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟

موصوف نے لفظ قصیر کا باب اور مفہوم بیان کرتے ہوئے سورۃ النساء کی یہ آیت بیان کی ہے:

,,وَإِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِي الۡأَرۡضِ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَن تَقۡصُرُواْ مِنَ الصَّلَاةِ،، (٢١)

جب تم سفر میں ہو تو نماز کو کم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سواتی صاحب نے لفظ ,,غدا،، کا مفہوم بیان کرتے ہوئے سورۃ الحشر کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

,, وَلۡتَنظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ،،(٢٢)

اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل یعنی قیامت کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

صوفی صاحب نے عالمی نبوت ورسالت کا تذکرہ کرتے ہوئے سورہ اعراف کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

,,قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً ،،(۲۳)

اے دنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں

تنقیدی جائزہ: مولانا نے مختلف مقامات پر موزوں آیات کا انتخاب موقع کی مناسبت سے کیا ہے اور اپنے دروس کو قرآنی آیات سے مزین کر کے طلبہ اور قارئین کتاب کے لیے کافی رہنمائی فراہم کی ہے۔

احادیث شمائل کی تشریح کرتے ہوئے شرح میں احادیث مبارکہ سے استدلال واستنباط کرنے سے شرح کا معیار دو چند ہو جاتا ہے مولانا نے اس کتاب میں احادیث شمائل کی شرح بیان کرتے ہوئے مختلف مقامات پر احادیث ذکر کی ہیں مثلاً موصوف ابن کثیر اور قرطبی کے حوالے سے انبیاء کو پیش آنے والی تکالیف بیان کرتے ہوئے یہ روایت پیش کرتے ہیں:

,,اشدّ البلآء علیٰ الانبیاء ثمّ الامثل فالامثل،،(۲۴)

یعنی دنیا میں سب سے زیادہ تکالیف تو اللہ کے نبیوں پر ہی آئیں

اس روایت کے ساتھ راوی حدیث کا ذکر نہ مولانا عبدالحمید مرحوم نے کیا ہے اور نہ ہی محشی فیاض خان صاحب نے کوئی ذکر کیا ہے صرف یہی لکھنے پر اکتفا کیا گیا کہ ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں تاہم حاشیہ میں ابن کثیر اور قرطبی کی جلد نمبر اور صفحات درج کیے ہیں۔

سفید بالوں کا ذکر کرتے ہوئے ترمذی اور مستدرک حاکم کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے:

,,شیّبتنی سورۃ ھود والواقعہ والمرسلات،،(۲۵)

یعنی سورۃ ھود، واقعہ اور مرسلات میں بیان کردہ آخرت کے واقعات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

یہاں راوی حدیث کا نام ذکر نہیں کیا گیا جو کہ روایت حدیث کا عام انداز ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تعارف کرواتے ہوئے تفسیر ابن کثیر اور بخاری کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے:

,,اللّھمّ علّمہ الکتاب اللّھمّ فقھہ فی الدین،،(۲۶)

اے اللہ اس بچے کو کتاب سکھا دے اور اسے دین میں سمجھ نصیب فرما۔

سواتی صاحب نے لباس مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے ابن جوزی کے حوالے سے بحوالہ ابن حبان نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ رسول ﷺ نے ستائیس اونٹنیوں کے بدلے میں ایک جوڑا خریدا۔(۲۷) اس روایت کا نہ تو عربی متن دیا گیا ہے نہ ہی کسی روایت کرنے والے کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ اور حوالہ بھی نامکمل دیا گیا ہے۔ بیجوری ص ۳ سے مراد کونسی کتاب ہے کوئی وضاحت نہیں ہے۔ اور درایتاً اتنا مہنگا لباس خرید فرمانا محل نظر ہے۔ عربی متن اور حوالہ مکمل دیا جاتا تو صحیح مصدر تک رسائی ہوتی اور بھرپور رہنمائی

کا فریضہ انجام پاتا مگر یہاں محشی نے صرف بیجوری اور مناوی لکھا ہے فاضل مدرس اور محشی نے اس شرح میں اتنی محنت سے کام لیا ہے نہ جانے اتنے اہم واقعہ کو کیوں با حوالہ لکھ کر قاری کیلئے اطمینان کا سامان فراہم نہیں کیا۔ بخاری کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے:

,,البسوا ما شئتم ما لم یکن مخیلۃ وّ لا سرف،،(۲۸)

ہر قسم کا لباس پہن سکتے ہو بشرطیکہ اس سے غرور وتکبر کا اظہار نہ ہوتا ہو اور نہ ہی یہ اسراف یعنی فضول خرچی میں شمار ہوتا ہو۔

لباس کی اقسام مثلاً واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح کی وضاحت کرتے ہوئے مباح کی تشریح میں یہ روایت بیان کی گئی ہے۔ جو لباس اگر کسی مذہب کی علامت کے طور پر پہنا جاتا ہے اسکی مشابہت سے بھی بچا جانا چاہیے شارح نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ شارح نے نعلین مبارک کی تشریح بیان کرتے ہوئے ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے:

,,علیکم بسنتی وسنۃ الخلفآء الراشدین،، (۲۹) لوگو تمھارے لیے میری سنت پر عمل کرنا ضروری ہے اور خلفائے راشدین کے طریقے کو بھی لازم پکڑو۔ صوفی صاحب نے کھانا کھانے کے آداب بیان کرتے ہوئے انگلیوں کے چاٹنے کے بارے میں مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ ,,فانہ لا یدری فی ای طعامہ البرکۃ،، (۳۰) کہ انسان نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔ یہاں محشی نے مسلم کا مکمل حوالہ پیش نہیں کیا اور نہ ہی راوی کا نام ذکر کیا گیا ہے پوری شرح میں پیش کردہ احادیث میں کسی جگہ بھی راوی کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کا اہتمام ہونا ضروری تھا۔ مولانا عبدالحمید سواتی مرحوم نے اپنے دروس میں مزید تشریح و وضاحت کے لیے احادیث مبارکہ کا انتخاب موزوں اور برمحل کیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ دروس اور کتاب میں یہ فرق رہتا ہے کہ مدرس حوالہ جات کا اہتمام نہیں کرتا۔ مگر جب مرتب اور فاضل محشی نے اپنا کام کیا اور دروس کو کتابی صورت میں قارئین تک پہنچایا ہے۔ بہتر ہوتا اگر صحیح حوالہ جات اور رواۃ حدیث کا اہتمام کیا جاتا۔ بلاحوالہ یا نامکمل حوالے کے ساتھ پیش کردہ روایات کی صحت وضعف کے بارے جاننا اوران کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہوتا اور طالبان علم اور محققین کے لیے بہتر رہنمائی میسر آتی۔

رواۃ حدیث کا مختصر تعارف:

زیرنظر کتاب میں صاحب کتاب مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے ان دروس کو کتابی شکل میں ڈھالا گیا ہے جو انھوں نے شمائل ترمذی طلبہ کو پڑھاتے ہوئے ارشاد فرمائے تھے۔ ایک اچھے مدرس کی طرح انھوں نے شرح حدیث کے ساتھ ساتھ رواۃ حدیث کے مختصر حالات بھی بیان کیے ہیں جن میں سے چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

مثلاً کتاب کی پہلی حدیث کے رواۃ کے حالات بیان کرتے ہوئے ابورجاء کا تعارف کرواتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

,,ابو رجاء آپ کی کنیت اور قتیبہ بن سعید نام ہے۔ابو رجاء بہت بڑے ائمہ حدیث میں سے ہیں۔آپ امام مسلمؒ (۲۶۱ھ) اور امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) بلکہ صحاح ستہ کو جمع کرنے والے سارے محدثین کے استاد ہیں (۳۱)۔دوسرے راوی مالک بن انس اصبحیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔یہ وہی مالک بن انس اصبحیؒ ہیں جو اپنے دور میں مدینہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔آپ کی ولادت ۹۳ھ میں ہوئی۔جبکہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔اس لحاظ سے یہ دونوں بزرگ ہم عصر ہیں تاہم امام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) عمر میں امام مالکؒ سے تیرہ سال بڑے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ نے تو بعض صحابہ ؓ کو دیکھا ہے اور بعض سے روایات بھی نقل کی ہیں۔اس لحاظ سے آپ صغار تابعین میں شامل ہیں البتہ امام مالکؒ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا لہٰذا آپ تبع تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے۔مگر یہ بات صحیح نہیں ہے۔البتہ دونوں ائمہ ہم عصر تھے۔دونوں حضرات ایک دوسرے کے علمی مرتبہ کے قائل تھے۔امام مالکؒ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ امام ابو حنیفہؒ اس قدر صاحب عقل وفراست شخصیت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اس قدر قوت استدلال عطا کی ہے کہ اگر وہ لکڑی یا پتھر کے کسی ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو کر دکھائیں گے (۳۲)۔

امام مالکؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے مولانا نے امام مالکؒ سے کہیں زیادہ ذکر امام ابوحنیفہؒ کا کیا ہے جبکہ محل امام ابوحنیفہؒ کی بجائے امام مالکؒ کے تذکرے وتعریف کا تھا۔امام مالکؒ کی بجائے امام ابوحنیفہؒ کا اس قدر تفصیلی وتعریفی تذکرہ مسلکی حمیت کا آئینہ دار ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہاں پر سفیان سے مراد سفیان بن سعید ثوری ہیں ثوران کے آباواجداد میں سے کسی کا نام ہوگا جس کی طرف نسبت کی گئی ہے یہ امام ابوحنیفہؒ کے ہم عصر تھے مگر آپ سے تقریباً دس سال بعد فوت ہوئے۔ابتداء میں ابوحنیفہؒ کے مخالف تھے کیونکہ لوگوں نے غلط پروپیگنڈا کر کے ان کے کان بھر دیئے تھے۔مگر جب بعد میں آپ پر امام ابوحنیفہؒ کے طریق علم اور مسلک کی حقیقت واضح ہوگئی تو آپ امام صاحب کے مداح بن گئے آپ امام ابوحنیفہؒ کی طرح مجتہد تھے۔(۳۳)

سواتی صاحب راوی وکیع کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: وکیع تو امام النقد والجرح تھے۔اور بہت بڑے آدمی تھے۔یہ امام ابوحنیفہؒ کے مداح تھے اور انھی کے مطابق فتوی دیتے تھے۔انھوں نے امام ابوحنیفہ کا تلمذ بھی اختیار کیا ہے اور بعض روایات امام ابوحنیفہؒ سے بھی سنی ہیں وکیع محدثین میں مشہور ومعروف شخصیت تھے۔(۳۴) راوی حدیث لیث بن سعد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔کہ: یہ انتہائی متقی اور عبادت گزار آدمی تھے۔یہ بھی امام ابوحنیفہ کی طرح مجتہد تھے اور ان کا زیادہ تر رجحان امام ابوحنیفہ کے مسلک کی طرف ہی تھا۔(۳۵)

موصوف نے احمد بن منیع کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

یہ ثقہ راوی ہیں اوران کی اپنی مسند کی ایک کتاب ہے یہ امام ابوحنیفہ کے بھی شاگرد تھے۔نہایت عبادت گزار آدمی تھے انھوں نے امام ابوحنیفہ سے بھی روایت نقل کی ہےاور امام احمدان کے شاگرد ہیں (۳۶)

عبداللہ بن مبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: محدثین کرام کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک بڑے پائے کے ثقہ حافظ الحدیث، عالم، فقیہہ، جواد اور عابد تھے۔آپ غزوات میں بھی شریک ہوتے تھے۔یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔(۳۷)

مولانا نے عروۃؒ کے حالات یوں بیان کیے ہیں:

عروۃ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن اسماءؓ کے فرزند تھےان کے بیٹے ہشام بھی بڑے پائے کے فقیہہ تھے۔ام المومنین سے اکثر روایات بیان کرنے والے عروۃ ہی تھے۔عروۃ صحابی تو نہیں کیونکہ وہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد پیدا ہوئے لہٰذا وہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔(۳۸) ابو رمثہ تیمی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ابو رمثہ قبیلہ تیم سے تعلق رکھتے تھےان کا نام رفاعہ یا حبان یا جندب یا خشخاص تھا۔قبیلہ تیم آگے پانچ قبائل ضبہ، ثور، عکل، تیم اور عدی کا ایک وفاق تھا۔اور یہ سارے تیم رباب کہلاتے تھے۔ابو رمثہ کا تعلق تیمی قبیلے سے تھا۔(۳۹) مولانا نے اپنے دروس میں طلبہ کے لیے رواۃ حدیث کے حالات بیان کر کے مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں جس سے ان محدثین کے بارے میں مفید مطلب آگاہی ہوتی ہے۔مگر کسی جگہ بھی ان کے حالات کو بیان کرتے ہوئے کسی تاریخ کی کتاب یا فن رجال کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا۔اگر حوالہ جات نقل کر دیتے تو شرح جامع اور مزید مفید معلوماتی بن جاتی۔

اقوال فقہاء کا استعمال:

صوفی عبدالحمید سواتی مرحوم کی اس شرح شمائل ترمذی میں اقوال فقہاء سے بعض مسائل کی تشریح پائی جاتی ہے۔رسول اکرم ﷺ کے رنگ مبارک کا ذکر کرتے ہوئے امام شافعیؒ کا قول بیان کیا ہے۔امام شافعیؒ نے اس شخص کی تکفیر کی ہے جو کہتا ہے کہ حضور ﷺ کا رنگ کالا تھا۔(۴۰) امام شافعیؒ کا قول موقع کی مناسبت سے نہایت موزوں مقام پر نقل کیا گیا ہے اور پیارے پیغمبر ﷺ کے حسن و جمال کا انکار کرنے والا آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہے۔ھدایہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ صوفیاء کا مسلک یہ ہے کہ ہدیہ میں اشتراک نہیں ہے۔فقہائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ اگر ہدایہ میں کھانے پینے کی اشیاء ہوں تو اس میں اسوۂ حسنہ کے مطابق اشتراک موجود ہے اور اگر کوئی دوسری چیز درہم و دینار وغیرہ ہوں تو اس میں اشتراک نہیں ہے۔(۴۱) یہاں صوفیاء اور فقہاء کا مسلک تو بیان کر دیا مگر کسی صوفی یا فقیہہ کا نام نہیں لکھا گیا۔

صوفی صاحب نے مولانا عبیداللہ سندھی کا قول نقل کیا ہے۔"یہاں پر ذنب سے مراد خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گناہ نہیں بلکہ آپ کی جماعت کے گناہ مراد ہیں۔،،واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت،(محمد:۱۹/۴۷)، کی تشریح وتفسیر کرتے

ہوئے مولانا عبیداللہ سندھی کا قول نقل کیا ہے (۴۲) ان کے قول کی تائید میں مزید کچھ نہیں لکھا گیا کہ انھوں نے یہ معنی اور مفہوم کہاں سے لیا ہے۔ مولانا نیکھال کی دباغت سے پاکیزگی کے بارے میں کہا ہے کہ۔ "اس حدیث سے احناف کے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ خنزیر کے سوا ہر حلال یا حرام مذبوح یا غیر مذبوح کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور اس سے موزہ، جوتا، ڈول، مشکیزہ، مصلیٰ وغیرہ بنا کر استعمال کیا جا سکتا ہے بعض ائمہ صرف مذبوح جانور کی کھال سے بنے ہوئے کسی برتن وغیرہ کو جائز سمجھتے ہیں (۴۳)۔ مذبوح یا غیر مذبوح کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے کی تائید احادیث سے ہوتی ہے۔ مگر یہاں حرام اور حلال دونوں کو پاکیزہ قرار دینا محل نظر ہے۔ حرام جانور کی کھال کا دباغت سے پاک ہونا تحقیق طلب ہے جس کے لئے قرآن مجید یا حدیث رسولؐ سے وضاحت ضروری تھی جو نہیں کی گئی اور اس مسئلہ کو احناف کا خاص مسئلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ مولانا مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہونے کے بارے میں فقہاء کے اقوال بیان کرتے ہیں۔

امام ترمذی کا اس اختلافی مسئلہ میں رجحان امام شافعیؒ کی طرف تھا جو کہتے ہیں کہ کسی آفاقی شخص کا مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت احرام کی حالت میں ہونا ضروری نہیں ہے اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ میقات کے باہر سے آنے والا آدمی شہر مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہی ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے شہر میں داخل ہوئے تھے مگر آپ کو یہ بھی یاد ہے کہ عام حالات میں تو واقعی حدود حرم میں لڑائی جھگڑا، فسق و فجور حرام ہے مگر فتح مکہ والے دن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عصر تک کفار کے ساتھ جنگ کی بھی اجازت دے دی تھی۔ یہ غیر معمولی اور ہنگامی حالات تھے۔ جن میں بغیر احرام کے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تاہم عام حالات میں امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہی زیادہ صحیح ہے کہ کوئی آفاقی آدمی شہر مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا۔ (۴۴) یہاں مولانا نے لکھا ہے کہ امام ترمذی کا رجحان امام شافعیؒ کی طرف تھا اس لحاظ سے درست نہیں ہے کہ امام ترمذی خود مجتہد تھے اور محدث ہونے کی حیثیت سے یہ بات زیادہ موزوں تھی کہ امام ترمذی اس حدیث کی وجہ سے قائل تھے۔ دوسری بات یہ کہ مولانا نے فیصلہ دے دیا کہ امام ابوحنیفہ کا مسلک ہی زیادہ صحیح ہے یہ بات بھی موجودہ حالات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ احرام کا تعلق عمرہ یا حج کے ساتھ ہے اور ان دونوں کا تعلق نیت کے ساتھ ہے۔ ایک آدمی حج یا عمرہ کی نیت سے سفر پہ نکلے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ میقات سے بحالت احرام گزرے۔ ہر آدمی کو پابند کرنا کہ وہ احرام کے ساتھ ہی مکہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ عوام الناس کو خواہ مخواہ تنگی میں ڈالنے والی بات ہے۔ روزانہ بسوں کے ڈرائیور مکہ آتے جاتے ہیں اور میقات سے دور کے علاقوں سے بھی آتے ہیں۔ اسی طرح کاروباری حضرات بھی بسلسلہ کاروبار یا روزگار مکہ آتے ہیں۔ روزانہ آنے والے افراد کے لیے یہ امر تنگی میں ڈالنے کے مترادف ہے کہ وہ بحالت احرام آئیں عمرہ ادا کریں پھر اپنے کام پر جائیں۔ اس لیے احناف کو اپنے اس مسلک کو موجودہ حالات کے مطابق ڈھالنے کے لیے امام صاحب کے اس قول سے رجوع کی ضرورت ہے اور حدیث رسول ﷺ کے عملی ثبوت مل جانے کے بعد کسی

اور کے قول کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے تاکہ عوام الناس کو آسانی فراہم کی جائے نہ کہ تنگی میں ڈالا جائے۔

تہبند باندھنے کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی حالت اور نظریہ کے تحت ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے والا گنہگار ہے البتہ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ صرف غرور وتکبر کی وجہ سے ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اگر یہ بات نہیں تو پھر وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ (۴۵)

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نمازی کا جلسہ میں دونوں پاؤں کھڑے کرنا درست نہیں ہے جبکہ دیگر آئمہ کے نزدیک تشہد کا یہ طریقہ بھی سنت میں داخل ہے(۴۶) مولانا نے مختلف مقامات پر اقوال آئمہ وفقہاء پیش کر کے فقہی مسائل کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے مگر ہر جگہ مخصوص مسلک کو ترجیح دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

عصر حاضر کے مسائل:

مولانا نے بعض مقامات میں شرح حدیث کے دوران عصر حاضر سے مثالیں بھی پیش کی جن کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

مولانا عصر حاضر میں چھوٹے سر والے بچوں کے بارے میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

آپ نے کبھی شاہ دولہ کی چوہیاں دیکھی ہیں جن کے سر بہت چھوٹے ہوتے ہیں کہتے ہیں یہ شاہ دولہ کی کارروائی ہے حالانکہ یہ بچے قدرتی طور پر چھوٹے سر والے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا کرنا تو اللہ تعالی کی صفت ہے ,, یخلق ما یشاء ،، وہ جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اس میں شاہ دولہ کا کیا اختیار ہے بعض سر بیماریوں کی وجہ سے چھوٹے ہوتے ہیں۔(۴۷)

عوام الناس میں پھیلی ہوئی جہالت کہ یہ شاہ دولہ کی وجہ سے چھوٹے سر والے پیدا ہوئے ہیں کا بہت اچھا جواب دیا گیا ہے۔اور اصلاح عقیدہ کا بہتر انداز سے فریضہ انجام دیا گیا ہے۔

خود کے ساتھ ہیلمٹ کی تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پرانے زمانے میں لوہے کا خود جنگ کے دوران سر پر پہن لیا جاتا تھا تاکہ سپاہی تلوار وغیرہ کے وار سے محفوظ رہ سکے موجودہ زمانے میں بھی خود کی افادیت مسلم ہے اور فوج اور پولیس کے سپاہی اسے استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ کسی ممکنہ حملہ سے بچ سکیں اب تو ہماری حکومت نے موٹر سائیکل سواروں کے لیے بھی خود پہننا ضروری قرار دے دیا ہے۔(۴۸)

صوفی صاحب تہبند باندھنے کے بیان میں فرماتے ہیں:

" آج کل بھی آپ دیکھتے ہیں کہ بعض دیہات کے چوہدری صاحبان بڑے بڑے تہبند باندھتے ہیں جو زمین پر گھسٹتے جاتے ہیں وہ انہیں عزت ووقار اور خوشحالی کی علامت سمجھتے ہیں۔حالانکہ تقویٰ اور حفاظت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اسوہ اختیار کرنے میں ہی ہے۔(۴۹)

اسوہ حسنہ کے مطابق تہبند باندھنے کی ترغیب دینے کے لیے عصر حاضر کے بعض معزز و متکبر لوگوں کا عمل بیان کر کے تقوی کی تعلیم دینا احسن انداز ہے۔ اب تو عوام کے ساتھ ساتھ دینی علم رکھنے والے لوگ بھی اس مرض کا شکار ہو رہے ہیں مولانا نے بہت پیارے انداز میں اس خلاف سنت عمل کی نشاندہی کی ہے۔

موصوف فرماتے ہیں کہ: شکم پروری کی بدعت صحابہؓ کے دور کے بعد شروع ہوئی ہے ہماری طرح خوراک کو ضائع نہیں کیا جاتا تھا اگر آدھ سیر خوراک میں گزارہ ہوسکتا ہو تو ڈیڑھ دو سیر کھا جانا کہاں کی عقل مندی ہے بڑی بڑی دعوتیں اور پھر ان میں پلاؤ، مرغ اور بکروں کا بے تحاشا کھانا اور وہ بھی کھڑے کھڑے، بلاشبہ اسراف میں داخل ہے۔(۵۰)

واقعی عصر حاضر میں خوراک کے معاملے میں خاص طور پر شادی وغیرہ کی دعوتوں میں بے جا اسراف حد سے گزر چکا ہے مولانا نے اس سماجی برائی پر واضح انداز سے رہنمائی فرمائی ہے جو کہ طلبہ اور قارئین دونوں کے لیے سبق آموز ہے۔ بسیار خوری کا مرض بے علم لوگوں کی بجائے علم والے لوگوں میں بھی بہت پایا جاتا ہے یہ خلاف سنت کام کئی بیماریوں کا سبب بن رہا ہے۔

تبصرہ: کتاب کے مقدمہ میں خصوصیات میں لکھا گیا کہ احادیث کے راویوں کا اجمالی مگر مفید تعارف درج کیا گیا ہے۔ مطالعہ کتاب سے ظاہر ہوا ہے کہ فی الواقع رواۃ حدیث کا تعارف احسن انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

مقدمہ میں لکھا گیا کہ بعض مقامات میں فقہی مسالک بھی ذکر کیے گئے ہیں اور مسلک احناف کو دلائل کے ساتھ ترجیح بھی دی گئی ہے صوفی صاحب نے درس حدیث میں مسلک احناف کو واقعی ترجیح دینے کی کوشش کی ہے۔ استاد الحدیث کو امت محمدیہ کو اقوال و افعال رسول ﷺ کی اتباع و اطاعت کی طرف دعوت دینی چاہیے اور امت کو تفرقہ بازی سے نکال کر اتحاد کی طرف گامزن کرنا چاہیے جہاں اقوال فقہاء پر عمل کی ضرورت پیش آئے وہاں بھی تلفیق بین المذاہب اور مرعاۃ الخلاف جیسی فقہی اصطلاحات کو اپناتے ہوئے اختلاف و انتشار سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے اس لحاظ سے یہ شرح خاص مسلک کی نمائندہ نظر آتی ہے۔

مجموعی طور پر دورہ حدیث کے طلبہ کے لیے یہ ایک مفید مطلب کتاب ہے اور ان کے لیے بہترین گائیڈ کا کام دیتی ہے قارئین کے لیے بھی مفید معلومات پر مبنی ہے۔ حوالہ جات اور کتب شمائل کا تعارف پیش کرنے کا انداز کچھ نامکمل رہا ہے۔

اصول حدیث اور محدثین کے درجات، جرح کرنے والے کے لیے شرائط اور اقسام کتب حدیث، چند ضروری اصطلاحات اور موالید و وفیات الائمۃ الاربعہ و مصنفین صحاح ستہ کا بیان نہایت مفید ہے۔

شارح نے شمائل ترمذی کا درس دیتے ہوئے بہت ساری مفید علمی معلومات جمع کر دی ہیں۔ جس سے حدیث کا ہر طالب علم بالخصوص اور ہر قاری بالعموم فائدہ حاصل کر سکے گا۔

حوالہ جات

۱۔ فیاض خاں سواتی، مولانا کا مختصر سوانحی خاکہ، ادارہ نشر واشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

۲۔ سواتی، عبدالحمید، صوفی، شرح ترمذی مع اردو ترجمہ وشرح، ۱/۱۷، مکتبہ دروس القرآن، گوجرانوالہ، ۱۹۹۷ء۔

۳۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۳۷۔

۴۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۳۔

۵۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۶۲۔

۶۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۱۶۴۔

۷۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۲۵۰۔

۸۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۳۳۸۔

۹۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۱۳۔

۱۰۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۱۵۔

۱۱۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۳۸۔

۱۲۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۳۸۔

۱۳۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۶۳۔

۱۴۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۶۸۔

۱۵۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۲۱۲۔

۱۶۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۳۵۱۔

۱۷۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۲۵۔

۱۸۔ الواقعہ: ۵۶/۴۱۔

۱۹۔ الصّٰفّٰت: ۳۷/۹۶۔

۲۰۔ لقمان: ۳۱/۱۱۔

۲۱۔ النساء: ۴: ۱۰۱۔

۲۲۔ الحشر: ۵۹: ۱۸۔

۲۳۔ الاعراف: ۷: ۱۵۸۔

۲۴۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۲۔

۲۵۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۶۶۔

۲۶۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۱۶۶۔

۲۷۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۱۴۶۔

۲۸۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۳۰۰۔

۲۹۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۳۷۰۔

۳۰۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۸۱۔

۳۱۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۵۳۔

۳۲۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۵۵۔

۳۳۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۸۴۔

۳۴۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۹۳۔

۳۵۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۱۵۳۔

۳۶۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۲۳۰۔

۳۷۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۲۳۶۔

۳۸۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۲۲۶۔

۳۹۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۲۷۰۔

۴۰۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۶۴۔

۴۱۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۲۰۴۔

۴۲۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۲۲۲۔

۴۳۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۳۴۹۔

۴۴۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۳۲۔

۴۵۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۵۳۔

۴۶۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۸۸۔

۴۷۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۱۲۸۔

۴۸۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۲۷۔

۴۹۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۴۹۔

۵۰۔ سواتی، شرح ترمذی، ۱/۴۹۸۔